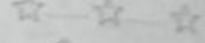


پوزیشن ہولڈر تھی وہ سب تمہاری باتیں ہی بالکل
 توہمت میں جکڑی ان پر حوٹوں جیسی ہیں۔
 بادق اس کے بارہا انکار پر زحمت ہو کر رہ گیا تھا۔
 تم جانتی ہو اس علاقے میں اتنا بڑا گھر اتنے کم
 کرایے میں ملنا ایک عجیب ہے۔ اب جبکہ میں بیان
 بھی بھر چکا ہوں تم بار بار جانے سے انکار کر دیتی
 ہو۔"

"تو میں کیا کروں بادق خود بتائیں میرا دامع
 پخت جانے کا۔"

ہر روز میں ایک ہی خواب بار بار دیکھ رہی ہوں
 میرا دل وہاں جانے پہ بالکل نہیں مان رہا آپ خود
 ہی بتائیں ہم دو لوگ ہیں ہم نے کیا کرنا ہے اتنا بڑا
 گھر اور ویسے بھی اتنا اچھا علاقہ ہے تو وہ مکان کافی
 سالوں سے خالی کیوں پڑا ہے کوئی توجہ ہوگی نا۔
 آپ پتہ کیوں نہیں کرواتے؟"

بادق اس بات پہ خاموش ہو گیا تھا یہ بات تو
 مالک مکان نے مکان دینے سے پہلے ہی بتا دی تھی
 کہ یہ کئی سال سے خالی پڑا تھا اور کوئی یہاں رہنے
 نہیں آتا تھا۔ اس نے اور بھی کچھ بتایا تھا مگر بادق کو
 اس وقت صرف وہ قیمت نظر آئی تھی۔ تھوڑے سے
 کرایے میں آفس کے بالکل قریب گھر لینے سے اس
 کی زندگی میں سہولت آنے والی تھی مگر وہ حقیقت یہ
 سہولت نہیں آفت تھی جو بادق نے اپنے سر لے لی
 تھی۔



صرف پندرہ دن میں وہ لوگ اس نئے گھر میں
 شغف ہو گئے تھے مالک مکان نے صفائی بھی کروا
 دی تھی۔ سامان بھی تھوڑا تھا اور لوگ بھی البتہ گھر بڑا
 نیا۔ وسیع اور کشادہ محسن تھا اور کمرے بھی کھلے اور ہوا

اس گھر میں ایک لمبی راہداری تھی جس کے

اطراف کمرے تھے۔ عارفہ بیٹھ ہی اس لمبی راہداری
 کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتی۔ اس نے پہلی بار اس لڑکی کو
 یہیں کھڑے دیکھا تھا۔ کئی بار وہ بادق سے ذکر کر
 چکی تھی کہ اس راہداری میں اس لڑکی بار ایک لڑکی کو
 دیکھا ہے مگر وہ سب خواب تھا۔ اسی باعث وہ اس گھر
 میں آنے سے بے حد خوفزدہ تھی۔

وہ لڑکی یہی کہتی کہ تمہیں معلوم ہی نہیں کہ اس گھر
 میں کیا ہوا تھا۔ اس لیے ادھر مت جاؤ مگر بادق کو
 اتنے پیروں میں اتنا کھلا ہوا اور گھر کہیں نہ ملتا تھی
 عارفہ کو ساتھ لاکری دم لیا۔ کچھ دن اچھے تر گئے تو
 عارفہ کا بھی دل لگ گیا تھا۔

وہ مطمئن بھی نہ ہو سکتا تھا یہ اطمینان جلد ہی رخصت ہو گیا
 تھا۔ وہ کھانا پکا کر اپنے دھیان میں چکن سے لگی تو
 نظر اس راہداری کی جانب بے اختیار اٹھی اور چشتا
 بھول گئی۔ جیلنے بیچتے خراب بلب کے نیچے سفید
 کینڑوں میں لمبوں بال کھولے وہ لڑکی اب بھی موجود
 تھی۔ یعنی وہی ہوا جس کا ذکر تھا وہ آگئی تھی۔ اس نے
 سچ کہا تھا وہ خواب نہیں حقیقت تھی۔ عارفہ کی آواز
 حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔

وہ اب آہستہ آہستہ عارفہ کی جانب بڑھنے
 لگی۔ اس کے بال اس کے چہرے پہ گرے ہوئے
 تھے، ہاتھوں سے خون بہ رہا تھا جب کہ سفید لباس پہ
 تازہ خون کے دھبے تھے۔

عارفہ بےخبر ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ قریب آنے لگی تو
 حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی تھی، خوف کے مارے وہ
 قدم بھی نہ بڑھا سکی وہیں تیور کر گر گئی تھی۔



"عارفہ عارفہ!"

بادق نے پانی کے چھینٹے مار کر اسے اٹھایا تھا مگر
 عارفہ نے خوفزدہ لہجے میں بادق کو سارا قصہ سنا ڈالا
 تھا۔ وہ ایک لمحہ بھی ادھر رکنے کے لیے تیار نہ تھی۔ اس

کا خواب حقیقت تھا کچھ تو تھا ادھر۔

عارف کی حالت دیکھتے ہوئے کسی دوست نے ایک عالم صاحب سے ملاقات کروائی تھی۔ انہوں نے گھر میں بڑھائی کی تو معلوم ہوا کہ واقعی ادھر ایک لڑکی کی روح موجود ہے جس نے اپنی دردناک کہانی سنائی تھی کہ اس کا نام نجمہ تھا۔ یہ گھر کبھی اس کا تھا۔ اس کے باپ نے مرنے سے پہلے بھائیوں کے کہنے پر زمین اور ایک پلازہ ان کے نام کر دیا اور یہ گھر اس کے نام۔

مگر یہ بات اس کے سوتیلے بھائیوں کو بہت ناگوار گزری۔ باپ کے مرتے ہی زمین اور پلازہ کے علاوہ وہ اس گھر کو بھی اپنے نام کر دانا چاہتے تھے۔ وہ اپنا حصہ ان کے نام کر دیتی مگر پھر وہ اور ماں کہاں جاتے کیونکہ بھائی مکان بیچ کر حصہ بانٹنا چاہتے تھے۔

بار بار انکار پہ وہ اسے دھمکاتے رہے۔ انہوں نے اسے ہر طرح سے تنگ کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ اپنے فیصلے سے ہٹ جائے مگر وہ ہر حرکت برداشت کرتی رہی۔ سوتیلے بھائی لالچ اور ہوس میں اندھے ہو چکے تھے۔

انہوں نے اس سے بدلہ لینے کے لیے، اس کا غرور توڑنے کے لیے اپنے اوباش دوستوں کو گھر میں گھسایا۔ اس کی عزت کے رکھوالے اپنی ماں جانی کے دشمن بن گئے۔ بھول گئے کہ سوتیلی سچ بہن تو تھی۔

وہ روتی رہی گز گزاتی رہی مگر ان ظالموں کو اس پر رحم نہ آیا۔ اسے اپنیوں نے لوٹا مگر پھر بھی بس نہ کی۔ ہوش آتے ہی وہ پولیس اسٹیشن رپورٹ لکھوانے کے لیے گھر سے نکل گئی۔

اس کی ماں یہی کہتی رہی کہ یہ گھر ان کے نام لکھ کر جان چھڑالے مگر وہ انصاف چاہتی تھی۔ بھی ماں کی بات نہ مانی اور گھر سے نکل کھڑی ہوئی کہ شاید

اب انصاف ہو جائے مگر ابھی آڑیاں مانی تھی۔ اس کے بھائیوں نے اسے راستے سے اٹھا لیا۔ اسے اسی گھر میں لے کر آئے، اسے مارا تھمرا دیا اور اسے باقاعدہ کاغذوں پہ لکھوا دیا اور پھر وہ لکھوا کر دیا۔

اس کے کہنے ہوئے انگوٹھے سے اسے تنگ کر دیا۔

وہ اسے مارنے کے لیے دیواروں سے اس کا سر ٹکراتے رہے، اس گھر کی بے پروا اور بے رحمی کا نشانہ تھا۔ اس کی ماں انہیں روکتے روکتے اس اور بھائیوں سے کوچ کر گئی اور اس کے بعد اس کی روح بھی بے پروا کر گئی۔ بھائی اس سے اس قدر نفرت کر بیٹھے تھے کہ اس راہداری میں ہی اس کی قبر کھود دی اور اسے اسی دفن کر دیا۔

ماں کا تو جنازہ پڑھایا مگر بہن کے بارے میں یہی کہا کہ کسی کے ساتھ اپنی مرضی سے شادی کر لی ہے۔

نجمہ کی روح ان سے بدلہ لینے کے لیے سبقت لے گئی تھی جیسی ہی بھائیوں نے گھر بیچا اس نے ہر اس شخص کے دماغ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جو یہاں قدم رکھتا۔ اس لیے لوگوں نے اس گھر میں آنا ہی چھوڑ دیا۔ اس کے پانچوں بھائی باری باری ناگہانی اموات کا شکار ہو گئے تھے۔ اب وہ اپنی ماں کی آغوش میں جانا چاہتی تھی۔

عالم صاحب نے راہداری کی کھدائی کروا کر اس کو باقاعدہ کفن دے کر جنازہ پڑھایا اور اسے قبرستان میں دفنایا گیا۔ باوق اور عارفانہ بھی اسی گھر میں رہتے ہیں لیکن اب نجمہ انہیں کبھی تنگ نہیں کرتی نہ ہی کبھی خواب میں نہیں آتی ہے البتہ سال کی ایک رات جب اسے مارا گیا تھا وہ اسی راہداری میں کھڑی ضرور دکھائی دیتی ہے۔

